الترجمة الأردية
لدرس شرك الطاعة

لفضيلة الشيخ المجاهد عبد الرحمان محمد مصطفى
أبو علي الأنبري(تقبله اللّٰه)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج کا ہمارا درس ان شاء اللہ تعالیٰ اطاعت کے شرک کے بارے میں ہے، تو میں اللہ عزوجل کی مدد سے کہتا ہوں جیسا کہ آپ جانتے ہیں، یہ اسم دو اجزاء پر مشتمل ہے: شرک اور اطاعت۔ تو شرک کی تعریف کیا ہے؟ اور اطاعت کی تعریف کیا ہے؟ اور اطاعت کے شرک کی تعریف کیا ہے؟

شرک کی تعریف: عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
«أن تجعل لله ندًّا وهو خلقك» *
”کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جبکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔“
ند کا مطلب: شبیہ، مثیل اور نظیر ہے۔ لہذا جس شخص نے اللہ کی ربوبیت میں کسی کو شریک ٹھہرایا، اس نے شرک کیا۔ جس شخص نے اللہ کی الوہیت میں کسی کو شریک ٹھہرایا، اس نے شرک کیا۔ جس شخص نے اللہ کے اسماء اور صفات میں کسی کو شریک ٹھہرائے، تو اس نے شرک کیا۔ یہ شرک کی تعریف ہے۔

---

*متفق علیة

اطاعت کی تعریف: اہلِ عرب کے نزدیک اس کلمہ کا معنی: «الانقياد والخضوع»
یعنی 'فرمابردار اور عاجزی' ہے۔
شرکِ اطاعت کی تعریف: آئین اور خود ساختہ قوانین اور قبائلی رسم و رواج کا اقرار کرنا۔ پس جس نے ان آئینوں کو اقرار کیا جن کے ذریعے لوگوں اور ممالک پر حکمرانی کی جاتی ہے اور ان قوانین کو جو ان آئینوں کے تابع ہیں، اور اسی طرح قبائلی رسم و رواج کو، تو اس نے اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کیا۔ اور اس قسم کے شرک کو شرکِ اطاعت کہا جاتا ہے۔
اور شرک اس قسم کے شرک کی دلائل میں جانے سے پہلے، اس بات کی نشاندہی کرنا ضروری ہے کہ قیامت کے دن انسان کے نامۂ اعمال میں شرک کا موجود ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟
قیامت کے دن انسان کے نامۂ اعمال میں شرک کے موجود ہونے کے تین مسائل ہیں:

پہلا مسئلہ: اس قسم کا گناہ اللہ عزوجل نہیں بخشے گا، یہ ناقابلِ مغفرت گناہ ہے۔ سورۃ النساء کی آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾ [النساء: 48]

"یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے"

یعنی شرک کے علاوہ دیگر گناہ قابلِ مغفرت ہیں، اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت، مگر شرک اللہ عزوجل کے ہاں قطعاً ناقابلِ مغفرت ہے۔ یہ پہلا مسئلہ ہے۔
دوسرا مسئلہ: انسان کے نامۂ اعمال میں شرک کے موجود ہونے (اللہ عز وجل ہمیں اور آپ کو اس سے محفوظ رکھے) کا معنی ہے، «حبوط ثواب أعماله»
'اس کے اعمال کے ثواب کا ضائع ہو جانا' یعنی وہ انسان جس نے اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کیا (چاہے وہ شرک دعاء میں ہو، طاعت میں ہو، محبت میں ہو، ارادہ و قصد میں ہو، تعطیل میں ہو، تمثیل میں ہو، شفاعت میں ہو،یا خوف میں...) ان میں سے جو بھی شرک ہو، اگر اس کے نامۂ اعمال میں شرک پایا گیا، اور اس کے ایسے اعمال بھی تھے جو اس کے لئے نیکیوں کا باعث بن رہے تھے، جیسے کہ وہ اسلام سے منسوب تھا، روزہ رکھتا تھا، نماز پڑھتا تھا، حج اور عمرہ کرتا تھا، بلکہ ممکن ہے کہ وہ قرآن کا حافظ ہو، تو یہ اعمال نیکیوں کے حامل ہیں لیکن شرک کا وجود ان تمام اعمال کے ثواب کو باطل کر دیتا ہے۔

اس کی دلیل اللہ عزوجل کی کتاب سے سورۃ الانعام میں ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اٹھارہ انبیاء کے نام ذکر کیے، پھر ان مبارک ناموں کے آخر میں فرمایا:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [الأنعام: 88]

"اگر فرضاً یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے وہ سب اکارت ہوجاتے"
اور «حَبِطَ» کا مطلب ہے «بَطَلَ ثواب اِعمالھم» یعنی 'ان کے اعمال کا ثواب باطل ہو جانا'۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے بارے میں فرمایا:

﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ [الزمر: 65]

"اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا"
نیز اللہ کے انبیاء کا اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کرنا ناممکن ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے لئے بھی ناممکن ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا؛ بلکہ یہ خطاب انبیاء کے ذریعے امت کے لیے ہے۔

ان آیات سے یہ سمجھ آتا ہے کہ انسان خواہ اللہ عزوجل کے نزدیک کتنی ہی بڑی منزلت کیوں نہ رکھتا ہو (جیسے کہ نبوت کا مقام وغیرہ)، اگر اس میں شرک پایا جائے تو یہ مقام اس کے کسی حال میں کام نہیں آتا، کیونکہ شرک ایسا گناہ ہے جسے اللہ عزوجل معاف نہیں کرتا۔
یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ عادل ہے، اگر یہ انسان اللہ عزوجل کے ساتھ کسی قسم کا شرک کرتا ہے، لیکن اس کے پاس ایسے اعمال بھی ہیں جن میں حسنات ہیں جیسا کہ میں نے پیچھے ذکر کیا، تو اللہ عزوجل کی عدالت کیسے موافق ہوں ان حسنات اور شرک کے ساتھ جو ان حسنات کے ثواب کو باطل کر دیتا ہے؟
اس کا جواب رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں ہے: آپ نے فرمایا:
"اور جو کافر ہے، اسے دنیا میں اس کی نیکیوں کا بدلہ مل جاتا ہے، پس جب وہ آخرت میں پہنچتا ہے تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوتی جس کی وجہ سے اسے اجر مل سکے"۔
نیز ان نیک اعمال کے بدلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فیصلہ کیا ہے کہ قیامت کے دن اس کے پاس کچھ نہیں بچے گا شرک کی موجودگی کی سبب۔

لیکن ان نیک اعمال کا بدلہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے دنیا میں دے دیتا ہے، ممکن ہے مال میں، بیویوں میں، صحت میں یا کسی اور چیز میں۔ اہم بات یہ ہے کہ اس کے حساب میں قیامت کے دن کوئی نیکی نہیں ہوگی کیونکہ شرک نیکیوں کا ثواب ضائع کر دیتا ہے۔ یہ دوسرا مسئلہ ہے۔

تیسرا مسئلہ: جس کے نامہ اعمال میں شرک پایا جائے، اللہ عزوجل نے اس پر جنت میں داخلہ حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

{إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ}

[سورة المائدة: 72]

"یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہی ہوگا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں"

آپ جانتے ہیں کہ آخرت میں یا تو نعمتوں کا گھر ہے یا عذاب اور سزا کا، کوئی اور مقام نہیں پایا جاتا؛ چنانچہ جب اللہ عزوجل نے ہر اس شخص پر جنت حرام قرار دی ہے جس کے پاس شرک موجود ہو، نیز ان کے لئے جہنم کے سوا اور کچھ نہیں (ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اس سے)۔
جب ہم ان آیات کو اچھی طرح سمجھ لیں جو اللہ عزوجل کے سامنے انسان کی آخرت کے فیصلہ کا ذکر کرتی ہیں، تو پھر ہم پر واجب ہیں کہ شرک کے مسئلہ کو باریکی سے دیکھنا، سمجھنا اور تفصیلات جاننا، کیونکہ اگر ہم اس گناہ سے بچ جائیں تو اس کے علاوہ جو بھی گناہ ہیں وہ قابلِ مغفرت ہیں، اہم بات یہ ہے کہ ہم شرکِ اکبر سے بچ جائیں (ظاہر ہے کہ میری ساری بات شرکِ اکبر کے بارے میں ہے، شرکِ اصغر کا یہاں تذکرہ نہیں ہے)۔

لہذا، یہ ضروری ہے کہ ہم شرکِ دعا اور شرکِ اطاعت کی تفصیلات کو جانے، اس کے بعد، اپنے آپ سے پوچھے: کیا میں نے ان شرکیات سے اپنے آپ کو بری کیا یا نہیں؟ کیونکہ اگر کوئی شخص اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو شریک کیے بغیر جہنم میں داخل ہوگا، تو اللہ کے فضل سے وہ بالآخر نکلے گا۔ ایک شخص گناہوں اور معاصیت کی وجہ سے جہنم میں داخل ہو سکتا ہے، لیکن آخرکار اللہ تبارک وتعالیٰ ان پر رحم کریں گے اور وہ نکلے گے۔ اس لیے اہم بات یہ ہے کہ ہمارے اندر کسی قسم کا شرک نہ ہو۔ چاہے ہم جہنم میں بھی جائیں۔ میں اللہ عزوجل کی رحمت پر یقین رکھتا ہوں کہ میں ہمیشہ کے لیے وہاں نہیں رہوں گا۔

اس لیے واجب ہے شرک کے مسلئہ کی باریکیوں، تفصیلات اور مسائل پر خاص توجہ کرنا۔

اب اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔ شرک اطاعت کی تعریف جیسے کہ ہم نے کہا جو کوئی ان قوانین اور آئینوں کا اقرار کرتا ہے اور مانتا ہے کہ ان قوانین کے تحت حکومت کرنا جائز ہے یا ان قوانین کے تحت ہم حکم چلا سکتا ہیں، اس نے اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کیا۔ اس کی دلیل اللہ تبارک وتعالی کی کتاب سے سورہ انعام میں ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ ٱسْمُ ٱللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُۥ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ ٱلشَّيَـٰطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰٓ أَوْلِيَآئِهِمْ لِيُجَـٰدِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾ [سورة الأنعام: 121]

''اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ کام نافرمانی کا ہے اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں ڈالتے ہیں تاکہ یہ تم سے جدال کریں اور اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہوجاؤ گے۔''

اس آیت کی تفصیل میں جانے سے پہلے، اس آیت کے نزول کے سبب کو سمجھنا ضروری ہے کیونکہ سببِ نزول کی معرفت آپ کو آیت کے معنی کو سمجھنے میں مدد دے گی۔
نزولِ آیت کے سبب کے بارے میں امام ترمذی (رحمہ اللہ) نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں:
''کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ہم اس چیز کو کھاتے ہیں جسے ہم خود قتل کرتے ہیں، لیکن اس چیز کو نہیں کھاتے جو اللہ نے قتل کی ہے؟ تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:
﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ...﴾''*

اور ابن کثیر نے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے ایک روایت ذکر کی کہ وہ کہتے ہیں:
''کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے جب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:
(وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ...)
فرماتے ہیں مجوس قریش سے کہنے لگے: محمد سے مخاصمہ کرو اور کہو: جو تم چھری سے ذبح کرتے ہو وہ حلال ہے، اور جو اللہ نے سونے کی شمشیر سے ذبح کیا ہے 'یعنی مردار' وہ حرام ہے؟

---

*امام ترمذی اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ''حسن غریب'' ہے۔ یہ امام ترمذی کی مفردات میں سے ہیں اور اسی طرح ابن العربی (رحمہ اللہ تعالی) نے اسے اپنی تفسیر میں اسی صیغے سے ذکر کیا ہے۔

تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

"{وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ}۔"

اس آیت کے نزول کا ایک سبب ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے سعید بن جبیر سے مرسلًا بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا:
'یہودیوں نے نبی ﷺ سے مخاصمہ کیا۔'
اور ابو داود نے سعید بن جبیر سے ابن عباس کے ذریعے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا:
'یہودیوں نے نبی ﷺ سے مخاصمہ کیا۔'

اب ہمیں دو روایات ملی ہیں جو کہتی ہیں کہ یہودی تھے جو مخاصمہ کر رہے تھے ناکہ مجوس جنہوں نے مشرکینِ مکہ کو سکھایا تھا۔ ابن کثیر (رحمہ اللہ) نے اس روایت کو رد کیا جو کہتی ہے کہ یہودی سوال کرنے والے تھے، نیز فرمایا، اس مسلئے کو (یعنی یہودی مخاصمہ کرنے والے تھے) تین وجوہات سے دیکھنا ضروری ہے:

پہلی وجہ: یہودی مردار کو حرام سمجھتے ہیں، تو وہ نبی ﷺ سے مردار کے مسئلے پر مخاصمہ کیسے کر سکتے ہیں؟ اس لیے یہ ممکن نہیں کہ یہودی نبی ﷺ سے اس مسئلے پر مخاصمہ کریں۔

دوسری وجہ: یہ آیت مکی ہے- یعنی یہ مکہ میں نازل ہوئی، اور آپ جانتے ہیں کہ مکہ کو اللہ نے شرف اور عظمت بخشی تھی کہ اس میں کوئی یہودی پایا نہیں جاتا تھا۔ پھر ابن کثیر (رحمہ اللہ) تیسرا سبب بیان کرتے ہیں۔

تیسری وجہ: ترمذی کی روایت ان الفاظ میں مذکور ہے کہ کچھ لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے، اور اس میں یہودیوں کا ذکر نہیں ہے۔

ان تین وجوہات کو ذکر کرنے کے بعد انہوں نے کہا: "الطبری (یعنی ابن جریر الطبری رحمہ اللہ) نے ابن عباس سے کئی روایات ذکر کیں جن میں یہودیوں کا ذکر نہیں ہے"۔ پھر ابن کثیر فرماتے ہیں 'یہ ہی محفوظ ہے۔' یعنی جو آئے تھے وہ قریش کے لوگ تھے، مجوس کے تعلیمات یا اپنے جذبات کی وجہ سے۔ یہ سببِ نزول ہے۔

امام الشنقیطی (رحمہ اللہ) نے کہا:
''علماء میں اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت کا سببِ نزول یہ ہے کہ مشرکین نے نبی ﷺ سے کہا: 'آپ اپنی ذبح کی ہوئی بکری کو کیسے کھاتے ہو، لیکن اللہ عزوجل کی قتل کردہ بکری کو نہیں کھاتے؟' تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾''
نیز اب آیت کے شروع میں آتے ہیں آپ جانتے ہیں کہ یہ دو تشریعوں کی طرف اشارہ کرتی ہے:
تشریع الٰہی:
﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾
''اور تم اس چیز میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔''
تشریع جاہلی: جو مکہ میں عام تھا کہ وہ مردار کھاتے تھے، جو کہ مشرکین کی تشریع تھی۔
اب ہمارے سامنے دو شریعتیں ہیں: اللہ عزوجل کی شریعت: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا...﴾ 'اور مت کھاؤ...'، اور مشرکین کی شریعت: مردار میں سے کھاؤ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اس سے منع فرمایا، اور پھر [اللہ تعالیٰ نے] اس شخص کے حال میں بعض امور ذکر فرمائے جو کوئی اللہ کے قانون کی مخالفت کرتا ہے اور مشرکین کی شریعت کی اطاعت کرتا ہے۔ جو اس مخالف تشریع کی اطاعت کرے گا اس کی حالت کیا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ﴾، 'اور یقیناً یہ فسق ہے' یعنی: اگر تم میرے قانون کی مخالفت کرو گے اور مشرکین کے قانون کی اطاعت کرتے ہوئے مردار کھاؤ گے، تو تمارا یہ عمل فسق ہے۔ اللہ نے فرمایا: ﴿وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ﴾۔

فسق کا معنی اہل سنت والجماعت کے علماء کے نزدیک:
العز بن عبد السلام (رحمہ اللہ) نے اپنی تفسیر میں کہا: 'فسق یعنی معصیت یا کفر'۔ اسی طرح ابن جریر (رحمہ اللہ) نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔
امام القرطبیؒ (رحمہ اللہ) نے اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: 'فسق یعنی معصیت'۔ اور دوسری روایت میں کہا: 'فسق یعنی خروج'۔

امام الشنقیطی رحمہ اللہ نے فسق کی شرح اپنی تفسیر کے سورۃ الشوریٰ میں کی ہے۔ انہوں نے کہا: ''فسق کا مطلب ہے: اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے خروج کرنا اور شیطان کی تشریع کی اتباع کرنا''۔ نیز ان اقوال کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اہل سنت والجماعت کے علماء نے یہاں فسق کو یا تو معصیت یا کفر قرار دیا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کلمہ کی یہ تفسیر کیوں؟، کبھی اسے معصیت کیوں کہا جاتا ہے اور کبھی کفر؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ فسق دو قسموں میں تقسیم ہوتا ہے:

1. فسق اصغر: جو اپنے مرکتب کو ملتِ اسلام سے خارج نہیں کرتا۔
2. فسق اکبر: جو اپنے مرکتب کو ملت سے خارج کر دیتا ہے۔

اس کی دلیل اللہ عزوجل کی کتاب سے سورۃ البقرہ کی آیتِ دین میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ وَإِن تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ﴾ [سورة البقرة: 282]

''اور (یاد رکھو کہ) نہ تو لکھنے والے کو نقصان پہنچایا جائے نہ گواہ کو اور اگر تم یہ کرو تو یہ تمہاری کھلی نافرمانی ہے۔''

س آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک شخص دوسرے کو قرض دیتا ہے اور وہ کاتب اور دو گواہ لے آتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ نہ ہی قارض اور نہ ہی مقروض کاتب یا گواہوں میں کسی کو نقصان پہنچائے۔ اور اگر انہوں نے نقصان پہنچایا یعنی [اللہ تعالیٰ] فرماتے ہیں اگر تم نے کاتب یا شاہد کو نقصان پہنچایا، تو تمارا یہ عمل فسق ہے، اور یقیناً یہ فسق کسی کو ملتِ اسلام سے خارج نہیں کرتا۔ اس قسم کے فسق کو فسق اصغر کہا جاتا ہے۔

فسق اکبر کی دلیل اللہ تبارک تعالیٰ کا یہ قول ہے:

﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَـٰٓئِكَةِ ٱسْجُدُوا لِـَٔادَمَ فَسَجَدُوٓا إِلَّآ إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ ٱلْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِۦٓ ۗ أَفَتَتَّخِذُونَهُۥ وَذُرِّيَّتَهُۥٓ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِى وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّۢ ۚ بِئْسَ لِلظَّـٰلِمِينَ بَدَلًا﴾ [سورة الكهف: 50]

''اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، یہ جنوں میں سے تھا، اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی، کیا پھر بھی تم اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حلانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے۔ ایسے ظالموں کا کیا ہی برا بدل ہے۔''

ابلیس نے جب اللہ عزوجل کی نافرمانی کی اور آدم کو سجدہ نہیں کیا، تو اللہ عزوجل نے اس کی نافرمانی کو فسق کہا؛ اور اس قسم کا فسق اپنے مرتکب کو ملت سے خارج کر دیتا ہے۔ لہذا، کبھی فسق نافرمانی ہوتا ہے اور کبھی فسق ملت سے خارج کرنے والا عمل۔

مردار کے مسئلے کے متعلق، جس آیت کا ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں: فرض کریں، ایک شخص مردار کھاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ اللہ عزوجل نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ اس کا یہ عمل فسق اصغر ہے اور وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ کیوں؟ کیونکہ وہ اس کی حرمت کا اعتراف کرتا ہے، لیکن اللہ عزوجل کے حکم کی معصیت میں اسے کھاتا ہے۔ یہ فسق اصغر ہے۔ اب اگر ایک دوسرا شخص مردار نہیں کھاتا لیکن کہتا ہے کہ مردار حلال ہے، تو وہ ملت سے خارج ہے۔ کیوں؟ کیونکہ اس نے اللہ عزوجل کی حرام کردہ چیز کو حلال قرار دیا۔
اہل سنت والجماعت کے اصول کے مطابق، جیسا کہ امام الطحاوی رحمہ اللہ نے اپنی عقیدہ میں بیان کیا ہے فرماتے ہیں: ""ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو بھی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے جب تک کہ وہ اس گناہ کو حلال نہ سمجھے""۔

لہذا، جب ہم گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور مسلمان سے ان گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہے، تو وہ دائرہ اسلام میں رہتا ہے، لیکن اس میں فسق آتا ہے۔ اب اگر وہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہے، تو وہ ملت سے خارج ہوتا ہے، کیونکہ اس نے اللہ عزوجل کی شریعت کی مخالفت کی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی شریعت کی مخالفت میں ایک نئ شریعت لے کر آیا۔

ابو محمد المقدسی نے اس اصول میں مزید ایک شرط شامل کی ہے اور کہا:
""ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو بھی غیر مکفّر گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے جب تک کہ وہ اس گناہ کو حلال نہ سمجھے""۔
جب ہم بعض تفصیلات کی طرح آئیں گے، تو اس شرط کی اہمیت پر بات کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔
﴿وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ﴾ ""اور یقیناً یہ فسق ہے""۔
اب جو شخص قوانین اور آئینوں کے ذریعے حکمرانی کرنے سے موافقت رکھتا ہو، تو کیا اس کا یہ فسق، فسق اصغر ہے یا فسق اکبر؟ یہ فسق اکبر ہے۔ اس کی دلیل اسی آیت کے اخر میں ہے فرمایا:
﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾
"اور اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہوجاؤ گے۔"

اللہ عزوجل نے اس پر شرک کا حکم لگایا اور جس پر اللہ تبارک وتعالیٰ شرک کا حکم لگائے، اس کا شرک کبھی بھی شرک اصغر نہیں ہو سکتا۔ یہ پہلی دلیل ہے۔
دوسری دلیل: جو لوگ ان قوانین کا اقرار کرتے ہیں، تو انہوں نے دراصل ان قوانین کے وضع کرنے والوں کو اللہ عزوجل کا شریک بنایا۔ کیسے؟
قانون سازی اللہ عزوجل کی خصوصیات میں سے ہے، اللہ عزوجل کے سوا کسی کے لئے بھی جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے کے لیے تشریع وضع کرے۔ اس کی دلیل سورۃ یوسف میں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنِ الحكمُ إِلَّا لِلَّه. أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذُلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

[سورة يوسف: 40]

''قانون سازی صرف اللہ ہی کے لئے ہے، اس کا فرمان ہے کہ تم سب سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو، یہی دین درست ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

جب ہم اس آیت کی طرف آئیں گے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسے تفصیل سے بیان کریں گے۔
نیز یہ آیت قانون سازی کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے خاص کرتی ہے، پس اللہ عزوجل کے بغیر کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ کوئی تشریع وضع کرے۔ اگر کوئی آئین ساز کمیٹی آئین بناتی ہے اور کوئی شخص اس آئین سے موافقت رکھتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے ان آئین بنانے والوں کو معبود بنایا؛ کیونکہ قانون بنانے والا دراصل معبود ہے۔ اب یا تو وہ ہمارا رب ہے یا اس نے اپنے آپ کو اللہ عزوجل کی خصوصیات میں سے ایک خاصیت دے دی۔ اگر کوئی اللہ عزوجل کے قانون کا بھی اقرار کرتا ہے اور آئین کا بھی، تو اس نے اپنے آپ کے لیے دو معبود بنا لئے، اللہ عزوجل اسکی تشریع میں اور یہ آئین ساز اپنے قوانین اور آئینوں میں۔ اور یہی سے اس کا عمل ملت سے خارج کرنے والا فسق اکبر بن جاتا ہے۔ ﴿وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ﴾ ''اور یقیناً یہ فسق ہے''۔

پھر فرمایا: ﴿وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ﴾ ''اور یقیناً شیاطین''۔ یہاں شیاطین سے کیا مراد ہے؟ امام القرطبیؒ رحمہ اللہ نے عکرمہ رحمہ اللہ کے حوالے سے بیان کیا کہ وہ فرماتے ہیں:
'یہاں شیاطین سے مراد فارس کے مجوسیوں میں سے سرکش انسان ہیں۔' اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت بیان کی کہ وہ فرماتے ہیں 'یہاں شیاطین سے مراد جن ہیں۔'
یہاں شیاطین کی تفسیر میں ان کا انسانوں یا جنوں میں سے ہونا باعث اختلاف کیوں؟ کیونکہ اللہ عزوجل نے ان دونوں اقسام کا ذکر کیا ہے، فرمایا:

{شَيَاطِينَ الإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا}۔

''انسانوں اور جنوں کے شیاطین ایک دوسرے کو فریب کے طور پر ملمع کی باتیں القا کرتے ہیں''۔

تو یہاں انسانوں کے بھی شیاطین ہیں اور جنوں کے بھی شیاطین ہیں۔

نیز امام الطبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر میں فرمایا: 'یہ کہنا صحیح ہوگا کہ انسانوں کے شیاطین انسانوں میں سے اپنے اولیاء کو وحی کرتے ہیں، اور یہ بھی جائز ہے کہ جنوں کے شیاطین انسانوں کو وحی کرتے ہیں۔' اور انہوں نے فرمایا: 'اس امر کا ہونا دونوں صورتوں میں ممکن ہے'، یعنی جنوں اور انسانوں کے شیاطین اپنے اولیاء کو وحی کرتے ہیں۔

نیز ہم نے اب جان لیا کہ اس آیتِ کریمہ میں شیاطین سے کیا مراد ہے۔ پھر فرمایا: ﴿لَيُوحُونَ﴾، 'شیاطین وحی کرتے ہیں'، ﴿إِلَىٰٓ أَوۡلِيَآئِهِمۡ﴾ اپنے اولیاء کو۔ اولیاء یعنی مددگار اور محبوب، ولی وہ ہوتا ہے جو مدد اور محبت کرے۔

وحی کا مفہوم: شیطان کی طرف سے اپنے اولیاء کو وحی کرنے کا یہاں کیا مطلب ہے؟

مختار الصحاح میں آیا ہے۔ یہ [امام الرازی کی] عربی لغت ہے جیسے کہ آپ جانتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں، وحی کا مطلب ہے الہام یا کوئی مخفی کلام جسے القی کیا جائے وہ بھی وحی کہلاتا ہے۔ یہ وحی اس معنی میں دو قسموں میں منقسم ہوتی ہے: ایک ربانی وحی، اللہ عزوجل کی طرف سے اس کے منتخب بندوں پر، اور دوسری شیطانی وحی، شیطان کی طرف سے اپنے اولیاء پر۔ اس کی دلیل کیا ہے؟ ربانی وحی کی نسبت سے جو اللہ عزوجل سے اپنے منتخب بندوں کی طرف کی جاتی ہے، یعنی اللہ عزوجل کی طرف سے انبیاء اور رسل پر، جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے:

{ إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ} [سورة النساء: 163]

''یقیناً ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ نوح اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی، اور ہم نے وحی کی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر''۔

یہ کیا کہلائے گا؟ یہ اللہ کی طرف سے انبیاء اور رسولوں ربانی وحی ہے۔

لیکن بعض اوقات اللہ عزوجل غیر انبیاء کی طرف بھی وحی کرتا ہے، جیسے کہ قرآن مجید میں فرمایا:

﴿وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي﴾ [سورة المائدة: 111]

''اور جب میں نے حواریوں کو وحی کی کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ''۔
حواری وہ لوگ تھے جو اللہ کے نبی عیسیٰ (علیہ السلام) کے قریبی ساتھی تھے، تو اللہ عزوجل نے ان پر وحی کی کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔ یہاں وحی کا معنی کیا ہے؟ یعنی اس نے یہ بات ان کے دلوں میں ڈال دی۔
ایک تیسری قسم کی وحی بھی اللہ عزوجل کی طرف سے ہوتی ہے اپنی بعض مخلوقات کی طرف، جیسا کہ سورۃ النحل کی آیت میں ہے:

﴿وَاَوْحَى رَبَّكَ إِلَى النَّحْلِ اَنِ اتخِذِى مِنَ الجِبَالِ بُيُوتًا﴾

''اور تمہارے رب نے شہد کی مکھیوں کو وحی کی کہ پہاڑوں میں اپنے گھر بناؤ''۔
یہ اللہ عزوجل سے تعلیم ہے اس مخلوق کے لئے۔ اللہ عزوجل نے اسے وحی کہا ہے۔ نیز ربانی وحی اللہ عزوجل کی طرف سے ہوتی ہے اس پر جسے وہ اپنے بندوں میں سے چاہیے۔
دوسری قسم کی وحی: شیطان کی طرف سے اپنے اولیاء کو: اس کی دلیل اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:
﴿وَإِنّ الشّيَاطِينَ ليُوحُونَ إِلى اَوْلِيَاءِهِمْ﴾
''اور بیشک شیاطین اپنے اولیاء کو وحی کرتے ہیں''۔ اسی طرح سورہ الانعام میں فرمایا:

﴿شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالجِنِّ يُوحِى بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا﴾
''انسانوں اور جنوں کے شیاطین ایک دوسرے کو فریب کے طور پر ملمّع کی باتیں القا کرتے ہیں۔''

کچھ لوگ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کے پاس آئے اور کہا کہ مختار الثقفی دعویٰ کرتا ہے کہ اسے وحی آتی ہے۔ مختار الثقفي، ابو عبید الثقفي کا بیٹا تھا، اس کا والد قادسیہ کی جنگ میں معرکہ جسر کا قائد تھا۔ لیکن بعد میں وہ امام حسین کے انتقام کے لیے نکلا اور پھر نبوت کا دعویٰ کیا اور یہ کہتا تھا کہ اسے وحی آتی ہے۔ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: «ہاں»، یعنی یہ صحیح ہے کہ مختار الثقفی کو وحی آتی ہے، پھر انہوں نے اللہ عزوجل کا قول تلاوت کیا:

﴿وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَى أَوْلِيَاءِهِمْ﴾

''اور بیشک شیاطین اپنے اولیاء کو وحی کرتے ہیں۔''

یہ ولایت [دوستی] شیطان اور ان لوگوں کے درمیان کیسے ہوتی ہے؟کیونکہ اگر شیطان کسی گروہ کو اپنا ولی بنالے یا لوگ اسے اپنا ولی بنالیں، تو شیطان ان پر ایک طاقت اور اثر رکھتا ہے۔ تو شیطان کے وہ کون سے راستے ہیں جن سے وہ کچھ لوگوں کو اپنا ولی بنا لیتا ہے؟
شیطان کے چار ابواب ہیں جن سے وہ بعض لوگوں میں داخل ہو سکتا ہے اور انہیں اپنا اولیاء بنا سکتا ہے:
پہلا باب: اگر ایمان میں کوئی نقص ہو، یہ ایک وسیع دروازہ ہے جس سے شیطان ان لوگوں میں [جنہیں ایمان میں نقص ہے] داخل ہو کر انہیں اپنا ولی بنا لیتا ہے۔
دوسرا باب: اللہ (عزوجل) پر توکل میں نقص۔
تیسرا باب: ایمان اور توکل دونوں میں نقص۔
چوتھا باب: اگر انسان میں شرک پایا جائے تو یہ بھی شیطان کا ایک وسیع دروازہ ہے جس سے وہ ان لوگوں میں داخل ہو کر ان کو اپنا اولیاء بنا لیتا ہے۔
پانچواں باب [بھی ہے]: گناہ اور معصیت بھی شیطان کے لئے ایک دروازہ ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو اپنا ولی بنالے۔

اس کی دلیل کیا ہے جو میں نے کہا: اللہ تبارک وتعالیٰ شیطان کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ○ إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُم بِهِ مُشْرِكُونَ﴾ [سورة النحل: 99-100]

”اُسے اُن لوگوں پر تسلط حاصل نہیں ہوتا جنھوں نے ایمان لایا اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ اس کا زور صرف ان لوگوں پر چلتا ہے جو اسے اپنا دوست بناتے اور اس کے بہکانے سے شرک کرتے ہیں۔“
نیز اگر ایمان موجود ہو تو یہ انسان کو شیطان کے اولیاء میں ہونے سے روکے گا۔ اگر صحیح توکل موجود ہو تو یہ بھی انسان کو شیطان کے اولیاء میں ہونے سے روکے گا۔ اگر یہ دونوں امرور ثابت ہوں تو انسان کا شیطان کے اولیاء میں سے ہونا ناممکن ہے۔ اسی طرح اگر انسان سے شرک منتفی ہو تو اس کے لیے بھی شیطان کا ولی ہونا ناممکن ہے۔ یہ چار اسباب [کی دلیل] ہیں۔
رہا پانچواں سبب [کی دلیل] تو گناہ اور معصیت بھی شیطان کے دروازے ہیں جس طرح میں پیچھے ذکر کر چکا ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

{فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ} [سورة النحل : 63]

”شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال خوشنما بنا کر دکھائے وہی آج ان کا دوست بنا ہوا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔“

نیز گناہوں اور معصیت کے سبب، [ایک انسان] کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے پھر اس گناہ کو صحیح اور مقبول عمل سمجھے جس سے اس کی تعریف کی جائے گی۔ ایسے لوگ ہی شیطان کے اولیاء ہیں۔
اس طرح ہر وہ شخص جو شریعت مخالف کوئی منکر لے کر آتا ہے اور پھر اس شریعت کے مخالف منکر کو مقبول اور خوشنما سمجھتا ہے، تو وہ شیطان کے اولیاء میں سے ہے۔
نیز ہم نے جان لیا کہ شیطان وحی کرتا ہے، اور یہ کہ شیطان کے اولیاء ہیں، اور یہ کہ شیطان کیسے اولیاء بناتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ اس آیت میں بیان کرتا ہے کہ شیطان کیوں اپنے اولیاء کو وحی کرتا ہے؟ اس وحی کرنے سے کیا مقصد ہے؟ تو فرمایا: ﴿لِيُجَادِلُوكُمْ﴾ "تاکہ یہ تم سے جدال کریں" [یعنی مباحثہ]۔ یہاں لام تعلیل کے لیے ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔ مختار الصحاح میں جدال کا معنی ہے: «شدة الخصومة» یعنی سخت اختلاف۔
امام القرطبیؒ (رحمہ اللہ) نے جدال کی تعریف اس طرح کی ہے:
«دفع القول عن طريق الحجة والقوة»
'دلیل اور قوت کے ذریعے قول کا رد کرنا'۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

انسان یا تو صاحبِ حق ہوسکتا ہے یا صاحبِ باطل۔ جب ان میں سے کوئی دوسرے کا رد کرنا چاہتا ہے، [فرض کریں] جب صاحبِ حق صاحبِ باطل کا رد کرنا چاہتا ہو دلیل سے اور بعد ازاں قوت کے ذریعے سے، تو یہ جدال کہلائے گا۔ اسی طرح صاحبِ باطل جب صاحبِ حق کا دلیل یا قوت کے ذریعے رد کرنا چاہتا ہو، تو یہ بھی جدال کہلائے گا۔
نیز جدال ایک مشترکہ اسم ہے جدال حسن اور جدال قبیح کے درمیان۔ یعنی جدال کا اطلاق (جدال حسن اور جدال قبیح) دونوں پر کیا جائے گا۔ اس تقسیم کی کیا دلیل ہے؟

جدال حسن [کے بارے میں] اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ. وَجَادِهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ [سورة النحل: 125]

"دعوت دو اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ اور ان سے جدال کرو ایسے طریقے پر جو بہترین ہو۔"

نیز جدال حسن یعنی اچھا مباحثہ یہ ہے کہ آپ ان کے قول کو دلیل سے دفع کریں، اور اگر ضرورت پڑے تو پھر قوت سے بھی۔ جیسے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَلَا تُجَـٰدِلُوٓا۟ أَهْلَ ٱلْكِتَـٰبِ إِلَّا بِٱلَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ [سورة العنكبوت: 46]

''اور اہل کتاب کے ساتھ بحث ومباحثہ نہ کرو مگر اس طریقہ پر جو عمدہ ہو۔''
کیا رسول ﷺ نے حق کے ذریعے، دلیل اور قوت کے ساتھ ان مشرکین کے باطل کا رد کیا جو ان کے ہاں تھے؟ ہاں، تیرہ سال تک آپ مشرکین مکہ کو دلیل کے ساتھ دعوت دیتے رہے، پھر ہجرت کے بعد اللہ عزوجل نے آپ کو قتال کی اجازت دی، اور آپ نے اس باطل کو قوت کے ذریعے دفع کرنا شروع کیا؛ لہذا ہم مسلمان صرف اقامت حجت کے ذریعے باطل کو رد کرنے تک محدود نہیں رہ سکتے، اگر اس کے بعد ضرورت پڑے تو باطل کو دفع کرنے کے لیے قوت کا استعمال بھی جائز ہے ہمارے لئے؛ کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت میں سے ہے۔

نیز جدال حسن یعنی ایک عمدہ مباحثہ یہ ہے کہ صاحبِ حق پہلے باطل کو دلیل سے رد کرے، اور اگر ضرورت پیش آئے تو پھر قوت سے۔
قبیح اور مزموم جدال یعنی برا اور قابل ملامت مباحثہ یہ ہے کہ صاحبِ باطل کا اپنے باطل کے ذریعے سے صاحبِ حق کو رد کرنے کی کوشش کرنا۔ تو ان اہل باطل کا یہ عمل بھی جدال کہلاتا ہے اگر وہ حق کو حجت یا قوت سے رد کریں۔
اس کی دلیل اللہ عزوجل کی کتاب میں سورۃ الکہف سے ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ﴾ [سورة الكهف: 56]

''اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ جھگڑتے ہیں باطل کے سہارے تاکہ اس سے حق کو پھسلا دیں۔''
اسی طرح دوسری آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ﴾ [سورة الغافر: 5]

''اور ہر امت نے اپنے رسول کے بارے میں یہی قصد کیا کہ اس کو پکڑ لیں اور باطل کے ذریعے مباحثے کئے تاکہ ان سے حق کو بگاڑ دیں۔''
خلاصہ: جدال یا تو حسن ہے جس میں آپ باطل کو حق کے ذریعے رد کرتے ہو، یا پھر باطل ہے جس میں حق کو باطل کے ذریعے رد کیا جاتا ہے۔

یہ اب حقیقت بن چکی ہے کہ مجاہدین فی سبیل اللہ نے دلیل پیش کی کہ جس پر ہم ہیں وہی حق ہے اور یہ کہ ہم اللہ عزوجل کی شریعت کے مطابق حکومت کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہ اللہ کا کلمہ بلند ہونا چاہیے۔ انہوں نے اس کے ساتھ حجت قائم کی اور پھر انہوں نے حجت کو طاقت کے ساتھ جوڑ دیا، اور پوری قوت کے ساتھ باطل کو روکنے کی کوشش کی؛ یعنی انہوں نے بہترین طریقے سے جدال کیا۔ اسی طرح، اہلِ باطل بھی اپنے باطل کی حمایت میں دلیل اور طاقت کے ساتھ جدال کرتے ہیں۔ ان کی دلیل حکام اور سیٹلائٹ چینلز کے علماء کے ذریعے پیش کی جاتی ہے۔ ہمارے شہر میں ان [علماء سلاطین] میں سے دو تھے ابو حارث اور ابو صفوۃ۔ اگر آپ کو یاد ہے یہ لوگ حق کو باطل کے ساتھ روکنے کی کوشش کرتے تھے، کیسے؟

جب انہوں نے ان طواغیت کو امراء قرار دیا اور ان کی اطاعت کو واجب ٹھرایا۔ اس وقت ایاد علاوی اور اس جیسے دیگر تھے۔ ان [علماءِ سلاطین] نے کہا کہ ان کی اطاعت واجب ہے۔ پھر انہوں نے مزید یہ بھی کہا کہ جو وزارتِ دفاع اور وزارتِ داخلہ میں بھرتی ہوتے ہیں وہ رباط کرنے والے مجاہدین ہیں۔ لیکن جو ان حکمرانوں کے خلاف قتال کرنے کے لیے نکلے، انہیں خوارج کہا۔

جب ہم مرجئہ کے بارے میں بات کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے اس کی تفصیل میں جائیں گے، لیکن ابھی ہمارا موضوع یہ ثابت کرنا ہے کہ اہلِ باطل نے اہلِ حق کو پہلے دلیل کے ساتھ اور پھر قوت کے ساتھ روکنے کی کوشش کی۔

چنانچہ انہوں نے کہا: امراء کی اطاعت واجب ہے۔ ان کی فوج اور پولیس اللہ کی راہ میں رباط کرنے والے مجاہدین ہیں، اور جو ان کے خلاف ہتھیار اٹھائے وہ خوارج ہیں۔ پھر انہوں نے کہا: جو فوج یا پولیس میں سے مارا جائیں اسے دو شہیدوں کا اجر ملے گا اور جو ان خوارج میں سے قتل کیں جائیں تو وہ جہنم کے کتے ہیں۔ پھر انہوں نے وہ تمام احادیث پیش کیں جو رسول ﷺ نے خوارج کے بارے میں فرمائی تھی۔

لہٰذا، انہوں نے اپنے باطل کے ذریعے اس حق کو دلیل سے روکنے کی کوشش کی اور اس کے بعد پھر دلیل کو طاقت کے ساتھ جوڑ کر وزارتِ دفاع، امریکیوں، پولیس، جاسوسوں، اور ان کے معاونین کو لے آئے، اور انہوں نے قوت کے ذریعے اس حق کو روکنے کی کوشش کی۔

﴿وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ﴾

''یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں ڈالتے ہیں تاکہ یہ تم سے مباحثہ کریں''
﴿لِيُجَادِلُوكُمْ﴾ جدال کا مقصد کیا ہے؟ یعنی یہاں تک کہ اللہ عزوجل کی شریعت کو رد کر سکے اس شیطانی شریعت کے ذریعے جسے وہ (شیطان) اپنے اولیاء کی طرف وحی کرتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس آیت کے آخر میں فرماتا ہے:

﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾

''اور اگر تم ان کی بات مانو گے تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ گے۔''
یعنی اگر تم نے میری تشریع کی خلاف ورزی کی جو میں نے وضع کی ہے، جیسا کہ میرا حکم ہے کہ ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو [یعنی مردار]، اور تم ان مشرکین کی تشریع کی اطاعت میں مردار میں سے کھاؤ گے، تو تم اس عمل کی بنا پر یعنی اس تشریع کی اطاعت کرنے کی بنا پر مشرک ہو جاؤ گے۔

﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾

امام الشنقیطی(رحمہ اللہ) نے آیت کے اس جز میں ایک دلچسپ نکتہ پیش کیا ہے۔ انہوں نے کہا: آیت کے اس حصے میں ایک قسم محذوف ہے، وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا (یعنی یہ ان کے کلام کا معنی ہے ناکہ متن، میں صرف اس کا مفہوم نقل کرتا ہوں) کہ «إن» شرطیہ کو فعل شرط اور جواب شرط کی درکار ہوتی ہے، جیسے آپ کہتے ہیں: 'إن تدرس تنجح' 'اگر تم پڑھو گے، تو کامیاب ہو جاؤ گے'، اس فعل کے کرنے کے بعد جواب حاصل ہوتا ہے [یعنی آپ کے پڑھائی کے فعل کرنے کے بعد] اللہ کے حکم سے کامیابی ملتی ہے۔ اس آیت میں فرمایا: ﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ﴾، «إن» اداۃ الشرط ہے یعنی شرط کا آلہ، «أطعتموهم» یہ فعل الشرط ہے تو اس اطاعت کے نتیجے میں کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: ﴿إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾ یہ جواب الشرط نہیں ہے، کیوں؟ انہوں نے کہا: کیونکہ جواب الشرط اگر فعل مضارع نہ ہو تو 'فاء' کی ضرورت ہوتی ہے (یہ میرے الفاظ ہے، میں الشنقیطی کے بارے میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں، بلکہ صرف ان کا قول سمجھا رہا ہوں)۔

اگر آیت یوں ہوتی «وإن أطعتموهم فإنكم لمشركون»، تو یہ کہا جا سکتا تھا: «فإنكم لمشركون» جواب الشرط ہے، چنانچہ یہاں 'فاء' نہیں ہے، اس لیے ﴿إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾ جواب الشرط نہیں ہے، تو جواب الشرط کہاں ہے؟ انہوں نے کہا: جواب الشرط محذوف قسم ہے، جس کی تعریف یہ ہے: «وإن أطعتموهم 'فواللہ' إنكم لمشركون» "اور اگر تم ان کی بات مانو گے تو 'واللہ' تم یقیناً مشرک ہو جاؤ گے۔" نیز اس آیت نے کئی مسائل کی طرف اشارہ کیا۔

پہلا مسئلہ: یہ آیت مسلمانوں کے لئے خاص ہے، یہ خطاب مشرکین کو نہیں بلکہ مسلمانوں کو کرتی ہے۔ کیونکہ اس طرح کہنا کہ 'اگر تم مشرکین کے تشریعات کی اطاعت کرو گے تو تم مشرک ہو جاؤ گے' مشرکین کیلئے بے معنی ہے، اور اللہ عزوجل کے کلام کا اس طرح بے معنی ہونا ناممکن ہے۔ یہ آیت یقیناً مسلمانوں کو ہی مخاطب کر رہی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں سے کہہ رہا ہے کہ دیگر لوگوں کے وضع کردہ تشریعات کی اطاعت میں میری شریعت کو نہ چھوڑیں؛ اگر تم نے ان تشریعات کی اطاعت کی تو ﴿إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾ "تم یقیناً مشرک ہو جاؤ گے"، لہذا یہ آیت صرف مسلمانوں کے لئے خاص ہے۔

دوسرا نکتہ جس کا ہم اس آیت سے استفادہ کرتے ہیں: ہم یقیناً جانتے ہیں کہ ہر وہ تشریع جو اللہ عزوجل کی شریعت کے بغیر کسی بھی طریقے سے وضع کی گئی ہو، وہ صرف شیطانی تشریع ہے؛ کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ﴾ "یقیناً شیاطین اپنے اولیاء کو وحی کرتے ہیں"۔

تیسری مسئلہ: جو شخص اللہ عزوجل کے قانون کے علاوہ کسی اور تشریع کا اقرار یا موافقت کرے یا اس پر راضی ہوتا ہو؛ اس پر اللہ عزوجل نے قرآن میں وحی کے ذریعے شرک کا حکم لگایا ہے۔
کیونکہ آیت کے آخر میں فرمایا: ﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾ "اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ گے" اس لیے شرک کا حکم یہاں اللہ کی طرف سے وحی کے ذریعے قرآن میں ہے۔ لہذا جب میں یہ کہتا ہوں کہ جو لوگ قوانین اور دستور کی اطاعت کرتے ہیں وہ مشرک ہیں، یہ میرا قول نہیں ہے، بلکہ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا قول ہے۔ میں صرف اللہ عزوجل کے قول کو نقل کر رہا ہوں۔ حکم اللہ کا ہے اور ہم سمجھانے اور اقامت حجت کرنے کے لیے اللہ عزوجل کا حکم نقل کرتے ہیں۔

میں ایک آخری مسئلہ کی طرف اشارہ کرتا ہوں، وہ یہ ہے کہ: جو بھی گزشتہ ایام میں ان قوانین سے فیصلہ کرانے پر موافقت رکھتے تھے، انہیں اپنی اصلاح کرنی چاہیئے کیونکہ انہوں نے شرک کا ارتکاب کیا ہے۔ اور یہ اللہ عزوجل کا فضل ہے کہ جس نے ایسے شرک میں مبتلا لوگوں کی عمر دراز کی تاکہ ان کے پاس توبہ کرنے کا موقع میسر ہو۔ لہٰذا جس نے دستور کو 'ہاں' کہا، اس نے اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کیا اور یہ شرک اطاعت کا شرک ہے۔ اسے اپنی اصلاح کرنی چاہیئے اور اللہ سے توبہ کرنی چاہیئے اس شرک سے جس میں وہ مبتلا ہوا ہے۔

أقول قولي هذا، وأستغفر الله لي ولكم، وجزاكم الله خيرا الجزاء وبارك فيكم